تعمیر پاکستان میں مسٹر اور ملا کا کردار

تالیف

فقیہ العصر حضرت مولانا

مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب

نوّر اللہ مرقدہ

www.alhaqqania.org

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

تعمیر پاکستان میں مسٹر اور ملا کا کردار

گزارش ہے کہ اس سے قبل ایک مضمون ''تحریک پاکستان اور علماء دیوبند کا کردار'' شائع ہو چکا ہے، اس میں اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ علماء دیوبند نے ''تحریک پاکستان'' میں بڑھ چڑھ کر نہ صرف یہ کہ حصہ ہی لیا بلکہ قائدین مسلم لیگ کے شانہ بشانہ قیادت کا فریضہ انجام دیا ہے، خصوصاً حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے متوسلین اور رفقاء کار علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ، مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ، مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اور مولانا اطہر علی رحمہ اللہ، مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ، مولانا خیر محمد رحمہ اللہ وغیرہ سینکڑوں اکابر علماء نے اپنی تحریروں، تقریروں اور مشوروں سے اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کیا ہے اور ''جمعیت علماء اسلام'' کی بنیاد ڈال کر ''مسلم لیگ'' کے مطالبۂ پاکستان کی علانیہ جماعتی طور پر حمایت کی تھی اور اس کی اسلامی رخ پر صرف قلمی راہنمائی ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ۱۹۴۵ء کے فیصلہ کن الیکشن میں عملی جدوجہد میں بھی حصہ لیا، خصوصاً سلہٹ اور سرحد کے ریفرنڈم کے سخت ترین معرکہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اور لیاقت علی خان مرحوم کے الیکشن میں یو۔ پی کی جس سیٹ پر وہ کھڑے

ہوئے تھے وہاں سخت مقابلہ تھا، مقابلہ میں ''جمعیت علماء ہند'' کے مشہورترین کارکن سید احمد کاظمی ایڈووکیٹ تھے جن کی ہرطرح کی پشت پناہی کیلئے کانگریس کی پوری قوت ہمہ جہت تیار تھی اور یو-پی میں صرف ۱۴فیصد مسلمان آباد تھے، کانگریس کا پورا کنٹرول تھا، ایسے حالات میں ان کا کامیابی حاصل کرنا علماءکرام کا ساتھ دیئے بغیر ناممکن تھا، علماء نے پوری جدوجہد کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی مساعی کوبارآور کیا اوران کوعظیم فتح حاصل ہوئی۔

علماءکرام کی ان مساعی کا اعتراف اس وقت کے مسلم لیگ کے عمائدین اور قائدین سب کو تھا جیسا کہ ''تحریک پاکستان اور علماء کے کردار'' میں ہم نے ان کے بیانات سے ثابت کیا ہے۔

مسلم لیگ کواسلامی رخ دینے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ

مسلم لیگ کے مخالفین کی طرف سے اس قسم کا پروپیگنڈا زوروں پر تھا کہ اس جماعت کے قائدین اکثر وبیشتر دین سے بے بہرہ اور بعض تو اسلام کے خلاف کھلم کھلے بیانات دیتے رہتے ہیں،تو ان سے کیاتوقع ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد یہ اس میں اسلامی نظام جاری کردیں گے،اسے جماعت علماء کی تائید بھی حاصل نہیں ہے،زیادہ تر برطانیہ کے خطاب یافتہ اورمسٹروں کی قیادت اس کوحاصل ہےاورمسٹروں کا ذہن لارڈ میکالا کے نظام تعلیم سے جو بنا ہے کہ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ اس نظام تعلیم کا مقصد یہی تھا کہ اس سے ایسے اشخاص

تیار کئے جائیں جو رنگ ونسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں مگر ذہن وسوچ کے اعتبار سے انگریز ہوں، جس کو علامہ اقبال مرحوم نے بھی اپنے الفاظ میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین مروت کے خلاف

ایسے حالات میں مسلم لیگ کو اسلامی رخ نہ دیا جاتا اور مقتدر علماء کرام کی بااثر جماعت کی حمایت، تائید حاصل نہ ہوتی تو عام طور پر مسلمانوں کا اس کے ساتھ ہونا ناممکنات میں سے معلوم ہو رہا تھا۔

اس نزاکت حال کا احساس کرتے ہوئے ''جمعیت علماء اسلام'' کے قیام سے بھی پہلے جھانسی کے الیکشن ۱۹۴۵ء سے ہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ وفود اور پیغامات کے ذریعہ قائدین مسلم لیگ کو اسلامی احکام کی طرف متوجہ کر رہے تھے اور مختلف میٹنگوں اور اجلاسوں میں اپنے خصوصی نمائندوں کو قائد مسلم لیگ محمد علی جناح کے پاس بھی بھیج رہے تھے اور اس پر زور دیا جا رہا تھا کہ مسلمانوں کی سیاست مذہب کے بغیر کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔

چنانچہ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ ۱۹۳۸ء سے ایک دن پہلے وفد پٹنہ پہنچا، قائداعظم کی خدمت میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے وفد کے رکن اعظم مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''مسلمان ایک مذہبی قوم ہے، جب تک

سیاست کو مذہب کے ساتھ نہ ملایا جائے کامیابی نہ ہوگی، آپ بھی مسلم لیگ میں مذہب کو شامل کرلیں، یہ تو یورپ کی سیاست ہے کہ سیاست کو مذہب سے علیحدہ رکھا جائے، اسلامی سیاست یہ ہے کہ خلیفۂ اسلام قائدحرب بھی تھا اور نماز کا بھی امام تھا، جب سے سیاست نے مذہب کو چھوڑ اہے مسلمانوں کوتنزل شروع ہوگیا''۔

قائداعظم نے اگلے دن ہی کھلے اجلاس میں اعلان کردیا کہ''اسلام عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور سیاست کا مجموعہ ہے۔قرآن کریم نے سب کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اس لئے سیاست کے ساتھ مذہب کوبھی لینا چاہیے''۔

قائداعظم کی اس تقریر کواخبار''الامان''میں اس سرخی کے ساتھ شائع کیا تھا''مولانا حکیم الامت کی روحانیت کی تاثیراور قائداعظم کی تقریر''۔

اور یہ اجلاس ۲ بجے یہ کہہ کرملتوی کردیا گیا کہ سب صاحب نماز پڑھیں، قاضی شہر نے نماز پڑھائی اور قائداعظم سمیت تمام لوگوں نے جن کی تعداد لاکھ سے بھی زیادہ تھی ان کے پیچھے نماز ادا کی (تذکرۃ الظفر ص ۲۶۷) مخالفین کے پروپیگنڈا کا جواب دینے اور عام مسلمانوں کواعتماد میں لینےاور مطالبۂ پاکستان کی تائید کیلئے علماء کواپنا مستقل مرکز قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی اور''جمعیت علماء اسلام'' کی بنیاد ۱۹۴۵ء میں رکھی گئی۔اب ہوا کا رخ بدل گیا، جولوگ ابھی تک مسلم لیگ کی تائیدمیں مذبذب تھے ان کا تذبذب دور ہوکروہ مسلم لیگ میں شامل

ہو گئے اور مطالبۂ پاکستان کے حامی اور مددگار بن گئے۔

یہ درست ہے کہ اس وقت ''جمعیت علماء ہند'' وغیرہ کے بعض علماء کانگریس کا ساتھ دے رہے تھے، مگر ان ''علماء اشرفیہ'' کی خدمت کو نظر انداز کر دینا اور یہی پروپیگنڈا کرتے رہنا کہ علماء کی سرگرمیاں پاکستان کے سراسر خلاف تھیں بڑی ہی بے خبری یا پھر جان بوجھ کر فریب دہی ہے جو اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور لکھا جا رہا ہے کہ ملا کو اسلامی سلطنت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی، اس کا تصور ایک نئے نواز صاحب دل نے پیش کیا اور اس کیلئے قربانیاں کرنے والوں میں ملا کہیں نظر نہ آیا (اقبال اور ملا از خلیفہ عبدالحکیم)

ہم تصور پاکستان کے بارہ میں حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء کی خدمات کی پوری تفصیل ''تعمیر پاکستان اور علماء کرام کا کردار'' میں پیش کر چکے ہیں، اس کے دوبارہ عرض کرنے کی اس جگہ ضرورت نہیں ہے۔

مسٹر اور ملا

مگر اس قدر عرض کر دینا ضروری معلوم ہوا کہ آج کل اپنی بے علمی یا کم علمی کی وجہ سے لفظ ''ملا'' سے جس قدر علماء کرام کی تحقیر کی جا رہی ہے یہ برطانیہ کے اسی نظام تعلیم کی پیداوار ہے جس کو علامہ اقبال مرحوم نے اپنے سابقہ شعر میں دین و مروت کے خلاف اہل کلیسا (عیسائیوں) کی سازش قرار دیا ہے۔

اس نظام تعلیم نے، عیسائیوں نے دین اسلام کے خلاف ایک ایسا طبقہ

پیدا کیا جو ان کے مقاصد وعزائم کیلئے کام کرنے لگا اور دین اسلام اور اس کے حاملین علماء کرام کے خلاف عوام کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا کرتا رہا، اور اب بھی تقریباً یہی حال ہے کہ یہ انگریز کی پیداوار اور کالجوں، یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والے اکثر وبیشتر دین اور علماء دین سے متنفر ہیں اور عوام کو طرح طرح سے متنفر کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

ان کے دلوں کا حسد وتنفر موقع بموقع ظاہر ہوتا رہتا ہے اور علماء کرام کے وقار اور عزت وناموس کو گرانے کیلئے بہانے اور حیلے تلاش کرنا ان کا تعلیمی فرض اور ان کے آقا انگریز کی وفاداری کا حصہ ہے۔ سفید رنگ کے انگریز واپس چلے گئے مگر اپنی جگہ کالے انگریزوں کا ایک ٹولہ وہ تیار کر گئے اور ہماری تعلیم گاہیں اس ٹولے کو تیار کرنے میں بدستور مصروف ہیں اور اپنے آقاؤں کے خوش کرنے کیلئے ہمہ وقت جدوجہد کر رہی ہیں۔

ان کی تقریریں، ان کی تحریریں، مضامین، مقالے ایسے ہی مضامین پر مشتمل ہوتی ہیں جو علماء کرام کے خلاف ہوں اور ان کے وقار کو گرانے کے مترادف ہوں۔

جس لفظ ''ملا'' کو اس گروہ نے جو اپنے تمام سرکاری وسائل اور سرکاری خزانہ خرچ کرنے اور ملازمتوں اور عہدوں کے لالچ دینے کے باوجود ۱۵یا ۱۶ فیصد سے زیادہ نہیں بڑھ سکا علماء کرام کی تحقیر کیلئے پسند کیا ہے اور ان کو علماء کیلئے

اس کے استعمال کرنے میں بڑا مزہ آتا ہے اور اس کو استعمال کرکے وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آقا انگریز کا حق نمک ادا کردیا ہے، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لفظ بہت معزز اور بڑے علماء کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔

علامہ اقبال کے شہر سیالکوٹ میں مغل بادشاہ، شاہ جہاں کے زمانہ میں بہت بڑے عالم دین مولانا عبدالحکیم ہوئے ہیں ان کا لقب ''ملا عبدالحکیم'' تھا، ان کی عزت واکرام کے طور پر شاہ جہاں نے ان کو دومرتبہ چاندی یا سونے میں تول کر ان کو نذرانہ پیش کیا تھا، یہ قدر دانی دنیا کے لحاظ سے کافی سمجھی گئی اور واقعی بہت بڑی عزت افزائی ہے، مگر ان کے علم وفضل کے لحاظ سے یہ ان کے ادنیٰ حصہ علم کی حق کی ادائیگی بھی نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ نے جن علماء کرام کے سینوں کو علوم قرآن وسنت سے معمور ومنور کردیا ہواور دین اسلام کی اصل حقیقت اور اس کی روح کی لذت سے آشنا کردیا ہو وہ اس حطام دنیا کے حریص نہیں ہوتے۔

البتہ حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تتہ الدنیا وھی راغمۃ دنیا ان کے پاس ذلیل ہوکر آتی ہے، یہ وہ ملا عبدالحکیم ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حضرت شیخ احمد سرہندی کے مجدد ہونے کا انکشاف کیا اور حضرت شیخ احمد سرہندی کو اللہ تعالیٰ نے ''فتنہ اکبری'' ''متحدہ قومیت کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بنا کر کھڑا کردیا اور جہانگیر کے زمانہ میں قلعہ گوالیار میں قید وبند کے مصائب میں مبتلا رہے۔

ان کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے کہ۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان　　　　اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

یہ شیخ احمد مجدد الف ثانی بھی علوم قرآن وسنت کے حامل ملا ہی تھے، کالج اور یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ نہیں تھے، شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی بھی عالم دین اور ملا ہی تھے جن کی دعوت پر ابدالی شاہ نے ہند میں مرہٹوں کا زور توڑا اور مسلمانوں کو ان کے مظالم سے نجات دلوائی۔

حضرت شاہ محمد اسماعیل سید احمد بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ حضرات بھی سکھوں کے مظالم سے مسلمانوں کو نجات دلانے کیلئے ہر طرح کے مصائب اور تکالیف برداشت کر کے صوبہ یو-پی کے شہر دہلی سے مجاہدین کا قافلہ لے کر سرحد آئے اور اپنی جانیں راہ خدا میں پیش کر کے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث ،اور حرم نبوی کے استاذ حدیث حضرت مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ بھی ''ملا''ہی تھے جنہوں نے ترکوں اور افغانستان کی حکومتوں سے معاہدہ کر کے ہندوستان سے انگریزوں کے نکالنے کے جرم میں تقریباً چار سال جزیرہ مالٹا (مصر) میں جیل کی تکلیفیں برداشت کیں ، یہ سب ''ملا''ہی تھے،کوئی مسٹر ان کے ساتھ نہیں تھا، نہ کوئی بے نواز ان میں نظر آیا۔

مولانا محمد علی جوہر کو بھی ان قابل قدر مساعی پر رشک آتا رہا، مسٹروں کو

ان علماء کرام کے خلاف پروپیگنڈا کرنا ان کا فطری وظیفہ ہے، کیونکہ ان ملاؤں نے ان کے آقاؤں کو جن کو دعویٰ تھا کہ ہماری حکومت میں سورج نہیں غروب ہوتا، ہندوستان سے نکالنے میں بڑا مؤثر کردار ادا کیا، یہ بچارے زخم خوردہ ملاؤں کے خلاف اپنی بڑھک نہ نکالیں تو اور کیا کریں؟

ہندو مسلم اتحاد اور متحدہ قومیت جس کا علماء کام (ملا) کو طعنہ دیتے ہوئے ان مسٹران عظام کی زبانیں خشک ہو جاتی ہیں، خود ان کا اپنا حال یہ رہا ہے کہ ''مسلم لیگ'' کی بنیاد ڈھاکہ میں نواب سلیم اللہ صاحب نے ۱۹۰۱ء میں رکھی اور عرصہ تک متحدہ قومیت کی بانی جماعت کانگریس کے ساتھ مل کر کام کرتی رہی، ۱۹۲۸ء میں جب موتی لعل نہرو، جواہر لعل نہرو کے والد نے رپورٹ پیش کی جو نہرو رپورٹ کے نام سے مشہور ہے اور کانگریس کے اصل چہرہ سے نقاب اٹھا اور اس کی اصلی شکل ''مسلم دشمنی'' دکھلائی دی تب ان مسٹران کرام کو کچھ ہوش آیا اور محمد علی جوہر جیسے کچھ مسٹران کرام کانگریس سے علیحدہ ہو گئے اور علامہ اقبال مرحوم نے بھی اپنے خطبہ صدارت الہ آباد میں عام مسلمانوں کیلئے علیحدہ حکومت کا تذکرہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر کیا، ورنہ اس وقت تک مشترک طور پر ہندو مسلم حکومت برطانیہ سے حقوق طلبی میں مصروف تھے اور سب مل کر ایک ہی مرکز قائم کرنے کا مطالبہ تھا، حقوق کی تقسیم میں ہندو مسلم اختلاف تھا، یہاں تک جو سکیم ۱۹۴۲ء برطانیہ کی طرف سے پیش کی گئی تھی اس میں بھی مرکز کے وفاقی

ہونے اوردس سال کے بعد ہرصوبہ کوعلیحدہ ہونے کے اختیار کاذکر تھا، یہ سکیم ''کرپس سکیم'' کے نام سے موسوم ہے ، کانگریس کے ساتھ مسلم لیگ نے بھی اتفاق نہیں کیا،اس کونامنظور کردیا تھا، اس کے بعد۱۹۴۵ء میں وائسرائے ہند لارڈویول نے شملہ میں کانفرنس بلائی، اس کا بھی کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوااور مختلف جماعتوں میں مفاہمت نہ ہوسکی ،اس کے بعد یہ جاننے کیلئے کہ کیا مسلمان پاکستان چاہتے ہیں یانہیں برصغیرمیں عام انتخاب کرائے گئے ، جب انتخابات ہوئے تو مسلم لیگ نے حیران کن کامیابی حاصل کی اورثابت ہوگیا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحدنمائندہ جماعت ہےاورملت اسلامیہ پاکستان کےحق میں ہے۔

اگر ''کرپس سکیم''پرعمل ہوجاتاتو ۱۹۴۰ءکی قراردادلاہوراورمطالبۂ پاکستان کیلئے تمام جدوجہد بےکاراور بےمقصدہوجاتی۔

پھر جب کانگریس کے مطالبہ پر وائسرائے ہندلارڈویول نے مسلم لیگ کونظرانداز کرکے عبوری حکومت تشکیل کرنے کی دعوت دی جسے کانگریس نے قبول کرلیا،۲۴/اگست ۱۹۴۶ءکانگریس اراکین کےناموں کااعلان کردیا،پنڈت نہرو کووزیراعظم مقرر کردیااور۲ستمبرکوکانگریس نےعبوری حکومت کی باگ ڈورسنبھال لی ،یہ دن تاریخ سیاست کا تاریک دن تھا،تو ہماری لیگ بھی اکتوبر کےاوائل میں لارڈویول سے دوبارہ بات چیت کرکےعبوری حکومت کی تشکیل نوکے بعداس میں شامل ہوگئی۔ یہ عمل کسی خاص وجہ سےہی ہواہوگامگرکیایہ مطالبۂ پاکستان کے

موافق تھا؟اور کیا یہ کسی ''ملا'' نے کیا تھا یا ''مسٹران کرام'' نے کیا تھا؟غور طلب بات ہے۔

ایک ''ملا'' مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے کابینہ مشن کے نام کی ایک تار دہلی بھیجا کہ ''مسلم لیگ''، مسلم ہند کی واحد نمائندہ سیاسی تنظیم ہے ،کل ہند جمعیت علماء اسلام متحدہ طور پر مسلم لیگ کی پشت پر ہے۔

پاکستان مسلمانوں کا قومی ،ملی مطالبہ ہے،اس مطالبہ کے انکار کا تصور کسی صورت نہیں کیا جا سکتا،مسلمان اس سوال پر کمی بیشی کر کے کوئی مصالحت کرنے کیلئے تیار نہیں،مسلمان اس مطالبہ ملی کے حصول کیلئے ہر قربانی کیلئے تیار ہیں (تذکرۃ الظفر ص ۲۸۳)

مولانا نے ایک بیان میں فرمایا کہ ''مسلم لیگ اگر بحیثیت جماعت پیچھے ہی رہ جائے تو اب ہندوستان کے ہزاروں علماء جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر جمع ہو چکے ہیں، پاکستان کے حصول میں اگر ہماری جانیں بھی کام آ جائیں تو ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے'' (تذکرہ)

اب رہا پاکستان بننے کے بعد،تو پہلی اسمبلی ہی میں قائد اعظم نے دوقومی نظریہ کے بظاہر خلاف اور متحدہ قومیت کے حق میں اعلان کر دیا تھا کہ اب سب پاکستانی ہیں نہ کوئی مسلمان مسلمان ہے ، نہ کوئی ہندو ہندو ہے ،اور تمام وعدے نظام اسلام کے پس پشت ڈال دیئے اور کانگریس کی متحدہ قومیت کی تائید کر دی ۔

گواس تقریر کی بہت کچھ تاویلیں کی گئی ہیں اور کی جارہی ہیں،ان کی دوسری تقریروں کی روشنی میں اس کے اور کئی معنی بنائے جارہے ہیں،مگراس کا ظاہری تاثر یہی تھا کہ یہ تقریر پاکستان کے بنیادی دوقومی نظریہ کے خلاف اور مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کے منافی تقریر تھی اور صریح طور پر یہ تقریر کانگریس کے متحدہ قومیت کے نظریہ کی تائید کاموقع فراہم کررہی تھی،نیز پاکستان کے مسلم حکومت ہونے اوراس میں نظام اسلام کے جاری کرنے کے سابقہ وعدوں سے انحراف کے مترادف تھی۔اگرچہ بعد میں بعض تقریروں میں صراحۃً قرآن کریم پر عمل کرنے کی تاکید بھی کی گئی ہے،اس طرح مسئلۂ نظام اسلام کوالجھا دیا گیا اور اپنی زندگی میں اس کیلئے کوئی عملی اقدام بھی نہیں کیا گیا۔

لیاقت علی خان باوجودوزیراعظم ہونے اورعلماءکرام کی کوششوں سے اسمبلی کےممبر بننے اور علماء کےممنون ہونے کے نظام اسلام کےاجراء کے بارہ میں لیت ولعل کرر ہے تھے۔

علامہ شبیراحمدعثمانی رحمہ اللہ اوران کے رفقاء دوسرے علماءکرام کوعوام میں جو بے پناہ مقبولیت اورمرکزیت حاصل تھی انہیں اپنے الیکشن میں اس کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا۔لیاقت علی خان نے اندازہ لگالیا تھا کہ اگرعلامہ شبیراحمدعثمانی اور ان کے رفقاء مخالف ہوگئےتو اپنے رفقاءکار کے ساتھ مل کرملک میں ایک طوفان کھڑا کردیں گے جسے کوئی روکنےوالا نہ ہوگا۔

چنانچہ علامہ نے اسمبلی کو چیلنج کر دیا تھا کہ آپ کھل کر انکار کر دیں کہ ہم اسلامی دستور نہیں بنانا چاہتے، میں اسمبلی سے استعفاء دوں اور مسلمانوں کو بتلاؤں گا کہ تمہیں دھوکا دیا گیا ہے (تذکرہ مولانا محمد ادریس)

یہ صورت حال دیکھ کر لیاقت علی خان نے علامہ عثمانی رحمہ اللہ سے قرارداد مقاصد کا مسودہ تیار کرنے کی درخواست کی، ان کی درخواست پر قرارداد مقاصد کا مسودہ تیار کیا جو مختصر ہونے کے باوجود نہایت جامع ہے۔

بحث وتمحیص کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی نے معمولی ترمیمات کے ساتھ پاس کر دیا، علامہ عثمانی نے اس پر اس کی تائید میں ''روشنی کا مینار'' کے نام سے اسمبلی میں تقریر کی جو شائع شدہ ہے۔

یہ علامہ (ملا) کا ایسا کارنامہ تھا جو تاریخ پاکستان میں سنہری حروف سے لکھا جانے کے قابل ہے، اگرچہ ایک مسٹر کے ذریعہ اور اس کے ہاتھوں اس کا ظہور ہوا۔

''ملا'' کے اس کارنامہ کو پہلے آئین پاکستان کے دیباچہ میں بطور رہنما اصول کے لکھا جاتا رہا، پھر ایک ''ملا نواز'' صدر ضیاء الحق مرحوم نے اسے آئین پاکستان کا حصہ قرار دے دیا اور آٹھویں ترمیم کی صورت میں کئی اسلامی قوانین کو تحفظ دے دیا۔

اس ''ملانواز'' کی اس ترمیم کی بدولت ہی مسٹروں کو نام نہاد جمہوریت کا

اعزاز ملا اور کرسی صدارت پر براجمان ہوکر ایک ''مسٹر'' غلام اسحاق مرحوم نے دومرتبہ قومی اسمبلی کو ذبح کیا اور اقتدار اعلیٰ کی کرسی کا شکار کیا اور عوامی مینڈیٹ کی پرواہ کئے بغیر اور سپریم کورٹ کے فیصلہ قومی اسمبلی کے اعتماد پر لمن الملك اليوم آج ملک کس کا ہے؟ کا کوس بجاتے رہے اور اقتدار اعلیٰ کے مزے لوٹتے رہے۔

(مرحوم کے یہ معنی نہیں کہ وہ وفات پا گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو تا دیر سلامت رکھے اور جس طرح انہوں نے ۱۹۹۳ء کے الیکشن کے بعد اپنی بحالی صدارت کیلئے کوشش کی ہے اور اس سے عوامی نظروں میں ان کا مقام بلند ہوا ہے پھر بھی وہ اسی طرح کا اعزاز حاصل کرتے رہیں اور اس آخری عمر میں بجائے اللہ اللہ کرنے کے وہ اس وادی سیاست کی سیر وسیاحت میں آخری سانس تک کوشاں رہیں۔ لوگوں نے ''مرحوم'' کے لفظ کو معنی سمجھے بغیر خواہ مخواہ وفات یافتہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے، یہ رحمت کی دعا ہے، ایسے لوگ اس اعزاز رحمت کی دعا کے اپنے کارناموں کی وجہ سے اپنی زندگی ہی میں مستحق ہوتے ہیں)

اب بھی اسی ''ملانواز'' کی ترمیم کی بدولت صدر صاحب کو قومی اسمبلی کے برخاست کرنے کا اختیار ہے، یہ ان کی اپنی صوابدید ہے کہ وہ اس کو کیسے اور کب استعمال کرتے ہیں، یہ تلوار ان کے دست قدرت میں ایک ''ملانواز'' نے دلوادی ہے۔ تلوار غازی اور نیک کردار کے ہاتھ میں بہترین نتائج پیدا کرتی ہے اور ڈاکو کے ہاتھ میں کیسے نتائج پیدا کرے گی وہ اہل دانش پر ظاہر ہے۔

مگرا تنافائدہ اس اختیار کاضرور ہوا کہ آئے دن کے ''مارشل لاء'' سے نجات کا راستہ اس نے دکھلادیا، یہ بہت بڑا کارنامہ ''ملا'' کا نہیں صرف ''ملانواز'' کا ہے ،مگر پھر بھی بچارہ ''ملا'' قابل نفرت اور طعن وتشنیع کے ہی لائق ہے ، ہزارعیب اس میں نکالے جائیں تو صحیح اور قابل قبول ہیں تحقیق کی ضرورت نہیں۔اس کے اندر واقعی خوبی کی اگر کوئی بات ہو بھی تو اس کا ذکر تک نہ کرنا بھی مسٹران کرام کے فرائض میں داخل ہے، کیونکہ یہ ملا سے نفرت ان کے نظام تعلیم کا خاصہ اوراس کے خمیر میں داخل ہے اور ان کے آقاؤں انگریز کی سازش ہے جیسا کہ علامہ اقبال کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

اپنی طرف بھی ایک نظر براہ کرم

تحریک پاکستان میں کیا تمام علیگ اورمسٹران کرام شامل تھے؟

لیاقت علی خان مرحوم کے مقابلہ میں سیداحمد کاظمی ایڈووکیٹ کیا مسٹر نہیں تھے؟اور وہ کانگریس کی حلیف جمعیت علماء ہند کے ٹکٹ پر لیاقت علی مرحوم کا مقابلہ نہیں کرر ہے تھے؟

یہ ایک مثال ہے،اسی طرح دوسرے مسلم لیگی امیدواروں کے مقابلہ میں کیا ''ملا'' امیدوار تھے یا مسٹران کرام؟

پھر کیا اس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام علیگ اورمسٹران کرام پاکستان اورمسلم لیگ کے مخالف تھے؟تو پھر تمام علماء کرام کو کیوں تحریک پاکستان

اور مسلم لیگ کا مخالف گردانا جاتا ہے، جبکہ اس وقت "دیوبندی عالم" نے مسلم

کسی معاہدہ کی پابندی نہ کرنا یہ تو ان کا شعار ہی ہے اور اس پر عمل کرنا ان کے مذہب و تعلم کے خلاف ہے، ان کا مذہب ہی یہ تھا کہ وقت گزار و چاہے دھوکہ دینا پڑے، خلاف وعدگی کوئی عیب نہیں اور معاہدات کی کوئی حیثیت ہی ان کے یہاں نہیں ہے۔ شاہان مغلیہ سے اسی طرح معاہدات کرکے اور پھر ان کی خلاف ورزی کرکے تمام ہندوستان پر قبضہ جمالینا تاریخ کا بڑا دل خراش باب ہے۔

یونیسٹ پارٹی کا بانی کیا کوئی ''ملا'' تھا، یہ پارٹی انگریز کی وفاداری میں بنائی گئی تھی اور ''ملا'' نے اگرچہ مسلم لیگ کے معاہدہ کے خلاف کرنے کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کرلی مگر انگریزوں کے خلاف ہی رہے، انگریز کے کیمپ میں شامل ہونے کی سعادت سے وہ محروم ہی رہے، یہ مسٹر کو ہی نصیب ہوئی۔

گیلسی حکومت برطانیہ کی طرف سے اس وقت پنجاب کا گورنر تھا اور خضر حیات وزیراعظم، کیا یہ خضر حیات کوئی ''ملا'' تھا یا مسٹر؟ اس نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ مذہب اور خدا کا نام لے کر کوئی شخص الیکشن کے میدان میں نہ آئے، جبکہ مسلم لیگ کے علماء (ملا) اور لیڈر سب ہی مذہب کے نام پر ہی پاکستان کا نعرہ بلند کررہے تھے اور مسلم لیگ کا نعرہ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ'' ہی تھا۔

اس کے جواب میں ایک ''ملا'' علامہ شبیراحمد عثمانی رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ صدارت لاہور میں فرمایا تھا (جو چھپا ہوا ہے آج بھی دیکھا جاسکتا ہے)

''آج ہمارا مشترکہ جذبہ اسلامیت اور اعلیٰ قومی مفاد کا تصور ایسے حقیر

نزاعات کو ایسے نازک موقع پر ختم نہیں کرسکتا، ضرور کرسکتا ہے مگر وہ ختم کرنا اسی خداوند قدوس کے نام پر ہوگا جس کا واسطہ دینا الیکشن کے زمانہ میں جرم قرار دے دیا گیا ہے''۔ اکبر مرحوم نے شاید اسی دن کیلئے کہا تھا۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانہ میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

اب فرمایئے کہ اگر گیلسی ہمارا خضر بن جائے اور خضر راہ ہی راستے سے ہٹانے لگے تو صحیح رہنمائی کی توقع کس سے کی جاسکتی ہے۔

(خطبہ لاہور ص ۶۶، ۷۷)

دیکھا آپ نے مسٹر اور ملا کے بیانات میں کتنا فرق تھا اور ملا کس قدر بھرپور انداز میں مسلم لیگ کی مؤثر تائید میں تھا اور مسٹر مخالفت کے انتہائی درجہ پر کھڑا تھا اور حکومت کے نشہ میں سرشار اور مست ہوکر ہر طرح سے حاکمانہ انداز میں مسلم لیگ کی مخالفت کرر ہا تھا ع

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

مسٹر پر بھی بیچارہ ''ملا'' ہی مطعون اور قابل گردن زدنی ہے، یہ ہمارے مسٹروں کی انصاف پسندی کی مثال ہے۔

سرحد میں سرخ پوشوں اور پنجاب میں خاکساروں کے لیڈر ''ملا'' تھے یا مسٹر کرام؟ اور کس حد تک مسلم لیگ کا ساتھ دے رہے تھے؟

پاکستان بننے کے بعد مخالف علماء نے بھی تائید کی

جب پاکستان بن گیا تو بڑے بڑے ''ملا'' مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ علانیہ پاکستان کی حفاظت کرتے نظر آئے ہیں اور علانیہ اس کی حفاظت کا درس دیتے رہے۔

حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کو لکھا ''پاکستان ایک اسلامی ریاست کی حیثیت سے معرض وجود میں آ گیا ہے، اب یہ مسجد کے درجہ میں ہے اس کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے''۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجلس احرار کے ممتاز رہنماؤں میں سے تھے، لاہور کے عظیم الشان جلسہ عام میں اعلان کیا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت کی حیثیت سے معرض وجود میں آ گیا ہے اب اس کی حفاظت ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے، آئندہ کیلئے میں نے سیاسات سے کنارہ کشی کرلی ہے، جو حضرات صرف تبلیغ دین اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے کام کرنا چاہتے ہیں وہ میرے ساتھ آ جائیں اور جو سیاسات میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر ملک کی خدمت کریں (کردار قائداعظم ص ۴۹۹ و ۵۰۰ مصنفہ منشی عبدالرحمٰن ملتان)

لمحہ فکریہ

جولوگ پاکستان میں مکمل طور پر اسلامی نظام جاری نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان کواسلامی مملکت قرار نہیں دیتے بلکہ صرف ''مسلمان کی مملکت'' قرار دیتے ہیں ان کیلئے ان دونوں اکابر کے ارشادات میں غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ دونوں حضرات پاکستان کے وجود کو''اسلامی مملکت'' کی حیثیت عطا فرما رہے ہیں، پھراب ان حضرات سے بھی اختلاف کرنا کیا مناسب ہوگا۔

اورظاہر ہے کہ جس وقت یہ ارشادات فرمائے جارہے تھے اس وقت تو پاکستان کا قبلہ بھی درست نہیں ہواتھا اورقرارداد مقاصد بھی اس وقت تک قومی اسمبلی میں پاس نہیں ہوئی تھی بلکہ پہلی قومی اسمبلی میں قائداعظم کی وہ متنازع فیہ تقریر بھی ہوچکی تھی جس سے پاکستان کا اسلامی مملکت ہونا اوربھی مشتبہ ہوگیا تھا، مگران حضرات نے پھربھی پاکستان کوایک اسلامی ریاست اوراسلامی مملکت قرار دیا۔

یہ ارشادات اسی بنیاد پر صحیح ہوسکتے ہیں جبکہ یہ صحیح اصول تسلیم کرلیا جائے کہ کسی مملکت کے اسلامی قرار دینے کیلئے صرف مسلمانوں کا اقتداراوراسلامی نظام کے اجراء کا اختیار ہونا بھی کافی ہے بالفعل اجرائے احکام شرط نہیں ہے جیسا کہ ہم نے ''تحریک پاکستان کی شرعی حیثیت''میں تفصیل سے لکھا ہے۔

ہم ان دونوں ارشادات کواپنی معروضات کی تائید میں پیش کررہے ہیں،

ان سے ہماری معروضات کی تائیدواضح طور پر حاصل ہورہی ہے۔

یہ آپ نے بڑے بڑے ''ملاؤں'' کے اقوال سنے، اب ذرا ایک نظر مسٹران کرام کے کردار کی طرف بھی کریں۔

مسٹران کا کردار

پاکستان بننے کے بعد نظام اسلام کے سلسلہ میں کئے گئے وعدوں کے ایفاء میں حسب عادت بہت دجل شروع کردیا اور زیر زمین خوب چالیں چلائی گئیں اور بڑے بڑے حیلے بنائے گئے اور آپس کے فرقہ وارانہ اختلافات کو ہوا بنا کر پیش کیا گیا تا کہ اسلامی نظام سے چھٹکارا حاصل ہو سکے، مگر علامہ شبیر احمد عثانی اور دوسرے علماء کرام کے سامنے ان حیلوں، بہانوں کی نہیں چلی اور قرارداد مقاصد منظور کرنی پڑی، نیز علامہ کی تجویز کے موافق ایک بورڈ علامہ سید سلیمان ندوی کی صدارت میں مقرر کیا گیا، اس کا نام تعلیمات اسلامی بورڈ رکھا گیا، لیکن تعلیمات اسلامی کی سفارشات ارباب اقتدار کی طبع نازک پر گراں گزریں۔ لیاقت علی خان مرحوم نے لاء کمیشن مقرر کیا جسٹس رشید، جسٹس میمن اور سید سلمان رکن منتخب ہوئے، ماہر فقہ اسلامی کی حیثیت سے مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ کو بھی رکن اسلامی وشوری بنایا۔ علامہ شبیر احمد عثانی نے اسلامی دستور کا خاکہ مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا مناظر احسن گیلانی، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدرآبادی سے مرتب کرا کے حکومت کو پیش کردیا۔

پھر۱۹۵۱ء میں مولانا احتشام الحق تھانوی کی کوششوں سے ہر مکتب فکر کے ۳۱ نمائندہ علماء کرام نے ۲۲ نکات مملکت کیلئے بطور مسلمہ اصول اساسی متفقہ طور پر طے کرکے دے دیئے اور یہ عذر لنگ بھی ختم کردیا کہ مختلف فرقوں کے اختلاف کی وجہ سے کس فرقہ کے موافق مملکت کا نظم بنایا جائے۔

علماء کی طرف سے ۱۹۵۱ء میں ہی یہ اصول حکومت کو دے دیئے گئے تھے اور فرقہ وارانہ اختلاف کے عذر لنگ کا بھی کوئی موقع نہیں رہا تھا، مگر پھر بھی ۱۹۵۶ء تک آئین پاکستان نہیں بنایا جاسکا، اس تاخیر میں کس ملا کا دخل تھا۔ یہ نو سال کیا مسٹران کرام نے اپنی اقتدار کی جنگ میں ضائع نہیں کیے؟

اس عرصہ میں کتنی وزارتیں بدلتی رہیں، ان میں کسی ''ملا'' کو وزیر اعظم بنایا گیا، پھر چوہدری محمد علی مرحوم کے دیئے ہوئے ۱۹۵۶ء آئین کے تحت الیکشن ہونے میں رکاوٹیں کس نے ڈالیں ملا نے یا مسٹران کرام نے اور گورنر غلام محمد ملا تھے یا مسٹر؟ جنہوں نے اسمبلی کو توڑا اور مولوی تمیز الدین مرحوم نے اس کے خلاف رٹ دائر کی تو کرسی عدالت پر سے کس ''ملا'' نے توڑنے کے حق میں فیصلہ کیا تھا اور اسمبلی کو ذبح کیا تھا۔ پھر صدر ایوب سکندر مرزا کے ذریعہ ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگا، یہ کس ملاء نے لگایا تھا، کیا یہ سب کچھ مسلم لیگ اور ملک کے مفاد میں تھا؟ اور کیا یہ مسٹران کرام کے ہی کارنامے نہیں تھے؟

صدر ایوب کی بنائی ہوئی کنونشن لیگ کی کوکھ سے مسٹر بھٹو کے ذریعہ پیپلز

پارٹی نے ۱۹۶۸ء میں جو پہلے کنونشن لیگ کا جنرل سیکرٹری رہا تھا۔

مسٹر لیاقت علی خان شہید مرحوم اور سہروردی شہید میں سے آخر کون سے صاحب ''ملا'' تھے، یہ تو دونوں ہی ''مسٹر'' تھے، پھر چپقلش سے کس قدر پاکستان کو تقویت پہنچی ہوگی یہ مسٹران کرام ہی بتلا سکتے ہیں کہ ہم ''ملاؤں'' کا دماغ ایسی باریک حکمتوں اور محلاتی سازشوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

اسی طرح پنجاب میں میاں محمد ممتاز خان دولتانہ اور نواب افتخار حسین ممدوٹ کا اختلاف کیا کسی ''ملا'' کا اختلاف تھا؟

اور کیا فرقہ وارانہ اختلافات تھے، ان میں سے کون سا شیعہ تھا؟ یا دیوبندی بریلوی تھا؟

یہ پاکستان کے پہلے وزیراعظم سے مرکزی اسمبلی میں رکن اسمبلی سردار شوکت حیات کی جھڑپیں ہی نہیں ہوتی تھیں بلکہ سردار صاحب نے ''مسلم لیگ'' سے علیحدہ ہوکر میاں افتخار الدین کے ساتھ مل کر ''آزاد پاکستان پارٹی'' بھی قائم کرلی تھی اور پنجاب کے وزیراعلیٰ نواب افتخار حسین ممدوٹ سے بھی علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ ان میں سے معلوم نہیں کون صاحب ''ملا'' اور کون صاحب ''مسٹر'' تھے؟ اور ان کے اختلافات کی بنیاد کون سا فرقہ وارانہ اختلاف تھا؟

سابقہ مشرقی پاکستان میں تلہ کیس اور چھ نکاتی فارمولا کا بانی شیخ مجیب الرحمٰن ''ملا'' تھا یا مسٹر تھا، پھر ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے نتائج کو قبول نہ کرنا اور ادھر ہم

اُدھرتم کانعرہ لگانے والا کتنابڑا ''ملا'' تھا؟اور یحییٰ خان تو شاید بہت ہی بڑا ''ملا'' ہوگا جس کی سازش اور بھٹو کی ملی بھگت سے ملک دولخت ہوگیا اور قائداعظم کے پاکستان کے دوٹکڑے کرکے ایک بڑے حصہ کو پاکستان سے کاٹ دیا گیا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگرعرض کریں گےتو شکایت ہوگی

ناظرین کرام نے ہماری مختصر مگر مبنی برحقیقت معروضات سے ذہن نشین کرلیا ہوگااور چیدہ چیدہ واقعات ان کے سامنے آگئے ہوں گے اور یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ تحریک پاکستان اور بعد میں تعمیر پاکستان کے سلسلہ میں مسٹراور ملا کا کردار کیا رہا ہے؟

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ مسٹروں وملا (علماء) دونوں ہی نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا تھا اور دونوں ہی نے اس سے اختلاف بھی کیا تھا،مگر پاکستان بننے کے بعداس کی سلامتی اورتحفظ کی ان علماء کرام نے بھی ہدایت کی تھی جن کواس تحریک سے اختلاف رہا تھا،سیاسی طور پربھی علماء کرام نے پاکستان کی تعمیر میں خدمات انجام دیں اور مذہبی طور پربھی اسلامی قانون سازی میں نہایت درجہ محنت ومشقت برداشت کی اورآئین کی تدوین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مگرافسوس ہے حضرات علماء کرام کی ایسی مخلصانہ خدمات کوقبول تو کیا

کرنا تھا ان مسٹران کرام نے جو اس وقت اقتدار کی اس کرسی پر براجمان تھے جس کے حاصل ہونے میں باعتراف قائداعظم اور قائد ملت لیاقت علی خان بہت بڑا حصہ ان "ملاؤں" کا بھی تھا، توجہ بھی نہیں کی۔

یہ پاکستان علماء کرام (ملاؤں) اور مسٹران باوقار کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ اور پوری قوم مسلم کی مساعی کا ثمرہ ہے، اس کو صرف مسٹران کرام کی جدوجہد کا ثمرہ سمجھنا تاریخ سے ناواقفیت یا غلط واقفیت کا نتیجہ ہے۔

البتہ اس کی تخریب اور اس کے دولخت کرنے میں لیڈران عظام ہی کی انانیت اور ہوس اقتدار کا پورا پورا دخل ہے، اس میں کوئی "ملا" شامل معلوم نہیں ہوتا۔

فرقہ وارانہ اختلافات کو ہوا بنا کر پیش کیا جاتا ہے مگر کسی فرقہ کی بنیاد پر پاکستان کی تقسیم نہیں ہوئی، اب بھی صوبائی تعصبات کی ہوا بلکہ آندھی چل رہی ہے، اس میں کسی فرقہ وارانہ اختلاف کا کیا دخل ہے؟

کیا کسی فرقہ نے کسی حصہ کی علیحدگی کا مطالبہ کیا ہے، کیا سرحد میں پختونستان اور سندھ میں جے سندھ کا نعرہ کسی "ملا" نے لگایا ہے، کیا عبدالغفار خان یا جی ایم سید کسی دینی درسگاہ کے سند یافتہ تھے؟ اور بلوچستان اور پنجاب میں بلوچی صوبہ کا مطالبہ کون کر رہا ہے۔

فرقہ وارانہ اختلاف سے ملک میں اس وقت نقصان پہنچتا ہے جب اس

کو سیاسی لوگ استعمال کرتے ہیں اور اپنے مقاصد کیلئے آلہ بناتے ہیں، ورنہ اگر ہر فرقہ اپنی اپنی حدود میں رہے اور ایک دوسرے کی حد میں مداخلت نہ کرے اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے اصول پر عمل کریں کہ ''اپنی بات کو چھوڑو نہیں دوسروں کو چھیڑو نہیں'' تو پھر جنگ، جدال کی نوبت ہی نہیں آسکتی اور فرقہ وارانہ اختلاف سے نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان حقیقتوں کے سمجھنے اور صحیح اصولوں پر عمل اور تلافی مافات کی توفیق عطا فرمائیں، پاکستان کے استحکام اور اس کے نظریات کی حفاظت کرنے کی توفیق بھی عنایت فرمائیں، امین بحرمة سید المرسلین صلّی اللّٰہ علیه وعلی اله واصحابه اجمعین۔

اندکے با تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است